انسانی حقوق اور اسلام اور حقوق انسانی کے ڈھنڈورے کا جائزہ

پروفیسر حافظ محمد یاسین بٹ
یونیورسٹی آف انجینئر نگ اینڈ ٹیکنالوجی ٹیکسلا

نمبر شمار	ذیلی عنوانات
	تمہید
1)	حقوق کا مفہوم
2)	انسانی حقوق کی اسلام میں آغاز وارتقاء
3)	انسانی حقوق کی یورپ میں آغاز وارتقاء
4)	والدین اور رشتہ داروں کے حقوق
5)	حرمت جان یا جینے کا حق
6)	معذروں اور کمزوروں کا تحفظ
7)	تحفظ ناموس خواتین
8)	اقتصادی تحفظ
9)	عادلانہ طرز معاملہ
10)	خیر میں تعاون اور بدی میں عدم تعاون
11)	برابری کے حقوق
12)	معصیت سے اجتناب کا حق
13)	ظالم کی اطاعت سے انکار کا حق
14)	سیاسی کارفرمائی میں شرکت کا حق
15)	مال کا تحفظ
16)	عزت کا تحفظ
17)	ظالم اور ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے کا حق
18)	آزادی اظہار کا حق
19)	حق اجرت ومعاوضہ
20)	اقلیتوں کے حقوق

تمہید:

اگر انسانی تاریخ کے اوراق پلٹے جائیں تو یہ واضح ہوتا ہے کہ روئے زمین پر مختلف ادوار میں اقوام عالم ہمیشہ آپس میں ٹکراتی چلی آرہی ہیں اور ایسے سنگین مظالم رونما ہوئے ہیں۔ جن کو سن کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

تاریخ انسانی میں ملت اسلامیہ کے کردار وہ روشن کرنیں ہیں جو دوسروں کے لئے مشعل راہ ہیں۔ اسی ملت نے اپنے عروج وترقی کے زمانہ میں بھی احترام آدمیت کی ایسی مثالیں قائم کی ہیں جس کی نظیر کوئی پیش نہیں کرسکتا یہ مسلمانوں کا اسلام کے واضع کردہ قانون وضوابط پر عمل پیرا ہونے کا نتیجہ تھا کہ لوگ خود دائرہ اسلام میں داخل ہوتے رہے جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اسلامی تعلیمات ہی حقوق انسانی کی بقاء اور تحفظ کا ضامن ہیں۔ زیر نظر مقالہ انہی حقوق کے حوالے سے چشم کشا رپورٹ ہے (ادارہ)

حقوق کا مفہوم:۔

حق وہ مفاد ہے جسے حق و انصاف کے اصول تسلیم کرتے ہیں اور اس کو تحفظ بھی دیتے ہیں۔ یہ ایک ایسا مفاد ہے جس کے ساتھ ایک فرض بھی شامل ہوتا ہے اور جس کی خلاف ورزی ''فعل ناجائز'' ہوتا ہے۔ فرض کی طرح حق بھی وسیع معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ کہنا کہ کسی آدمی کو کسی چیز میں کوئی حق حاصل ہے کا مطلب ہے کہ اس آدمی کو وہ چیز حاصل کرنے کا حق ہے اور دوسروں کا فرض بنتا ہے کہ وہ اسے مہیا کریں یا دوسروں کو چاہئے کہ اس کے حصول میں اس کے راستے میں حائل نہ ہوں۔

''Fitzgerald'' جس نے ''سامن'' کی کتاب کی تشریح کی ہے، لکھتا ہے کہ ''حقوق کا مفاد سے تعلق ہے اور اس ضمن میں وہ حقوق شامل ہیں جن کا تحفظ حق و انصاف کے اخلاقی یا قانونی اصولوں سے ہوتا ہے اس کے باوجود حقوق اور مفادات ایک جیسے نہیں ہوتے، مفادات وہ ایثار ہیں جو ایک آدمی کیلئے سودمند ہیں وہ اپنی آزادی یا شہرت میں دلچسپی رکھتا ہے اور یہ چیزیں اس کے حقوق ہیں۔ یہ کہنا کہ ایک آدمی اپنی شہرت میں دلچسپی رکھتا ہے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اچھا نام حاصل کرنا اس کے مفاد میں ہے اور یہ اس کا حق ہے جس کا احترام دوسروں کا فرض ہے۔

یورپ میں بنیادی حقوق کی اصطلاح کو رائج ہوئے تین ساڑھے تین سو سال سے زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ یہ درحقیقت فطری حقوق کے اس قدیم نظریہ ہی کا دوسرا نام ہے جسے سب سے پہلے یونانی مفکر ''زینو'' نے پیش کیا تھا اور پھر روم کے مشہور مقنن ''سسرو'' نے قانونی اور دستوری زبان میں مزید واضح کیا ڈبلیو فریڈ مین کا کہنا ہے کہ

''ایک شہری کے متعین حقوق پر مبنی معاشرہ کا تصور نسبتاً جدید تصور ہے جو اولاً قرون وسطی کے معاشرتی نظام کے خلاف اور ثانیاً سترہویں اور اٹھارویں صدی کی جدید ریاست کی آمرانہ حکومت کے خلاف ردعمل سے ابھرا ہے''

''گائس ایز بجیو فار'' بنیادی حقوق کی تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے

''انسانی یا بنیادی حقوق جدید نام ہے ان حقوق کا جنہیں روایتی طور پر فطری حقوق کہا جاتا ہے اور ان کی تعریف یوں ہوسکتی ہے کہ وہ اخلاقی حقوق جو ہر انسان کو ہر جگہ اور ہمہ وقت اس بنیاد پر حاصل رہے ہیں کہ وہ دوسری تمام مخلوقات کے مقابلہ میں اس اعتبار سے ممتاز ہے کہ وہ ذی شعور و ذی اخلاق ہے۔ انصاف کو بری طرح پامال کئے بغیر کوئی بھی شخص ان حقوق سے محروم نہیں کیا جاسکتا''۔

جہاں تک ہم مسلمانوں کا تعلق ہے انسان کے بنیادی حقوق کا تصور ہمارے لئے کوئی نیا تصور نہیں ہے ہوسکتا ہے کہ دوسرے لوگوں کی نگاہ میں ان حقوق کی تاریخ یو۔ این۔ او کے چارٹر سے شروع ہوتی ہو یا انگلستان کے میگنا کارٹا **MAGNA CHARTA** سے اس کا آغاز ہوا ہو لیکن ہمارے ہاں اس تصور کا آغاز بہت پہلے سے ہے۔

درحقیقت یہ کچھ عجیب سی بات ہے کہ دنیا میں ایک انسان ہی ایسا ہے جس کے بارے میں خود انسانوں ہی کے درمیان بار بار یہ سوال پیدا ہوتا رہا ہے کہ اس کے بنیادی حقوق کیا ہیں۔ انسان کے سوا دوسری مخلوقات جو اس کائنات میں بس رہی ہیں ان کے حقوق خود فطرت نے مقرر کر دیئے ہیں اور آپ سے آپ انہیں مل رہے ہیں بغیر اس کے کہ وہ اس کے لئے سوچ بچار کریں، لیکن صرف انسان وہ مخلوق ہے

جس کے بارے میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کے حقوق کیا ہیں اور اس کی ضرورت پیش آتی ہے کہ اس کے حقوق متعین کئے جائیں۔ اتنی ہی عجیب بات یہ بھی ہے کہ اس کائنات کی کوئی جنس ایسی نہیں ہے جو اپنی جنس کے افراد سے وہ معاملہ کر رہی ہو۔ جو انسان اپنے ہم جنس افراد سے کر رہا ہے بلکہ ہم تو دیکھتے ہیں کہ حیوانات کی کوئی نوع ایسی نہیں جو کسی دوسری نوع کے حیوانات پر بھی محض لطف ولذت کے لئے یا ان پر حکمران بننے کے لئے حملہ آور ہوتی ہو۔

شیروں نے آج تک کوئی فوج تیار نہیں کی کسی کتے نے آج تک دوسرے کتوں کو غلام نہیں بنایا۔ کسی مینڈک نے دوسرے مینڈکوں کی زبان بندی نہیں کی۔ یہ حضرت انسان ہی ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی ہدایات سے بے نیاز ہو کر جب اس کی دی ہوئی قوتوں سے کام لینا شروع کیا تو اپنی ہی جنس پر ظلم ڈھانے شروع کر دیئے۔ جب سے انسان زمین پر موجود ہے۔ اس وقت سے آج تک تمام حیوانات نے اتنے انسانوں کی جان نہیں لی ہے جتنی انسانوں نے صرف دوسری جنگ عظیم میں انسانوں کی جان لی ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان کو فی الواقع دوسرے انسانوں کی بنیادی حقوق کی کوئی تمیز نہیں ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے انسان کی رہنمائی اس باب میں کی ہے اور اپنے پیغمبروں کی رسالت سے انسانی حقوق کی واقفیت بہم پہنچائی ہے۔ دراصل انسانی حقوق متعین کرنے والا انسان کا خالق ہی ہو سکتا ہے، جو بڑے توازن و اعتدال کے ساتھ اور اس کے فطری تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر اس کے حقوق و حدود طے کر سکتا ہے۔ چنانچہ خالق نے انسان کی اس ضرورت کو پورا فرما دیا اور نہایت تفصیل کے ساتھ اس کے حقوق بیان فرما دیئے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حقوق انسانی کے اسلامی منشور کے نکات پر گفتگو کرنے سے پہلے دور حاضر کے انسانی حقوق کے علمبردار اداروں کی ایک ہلکی سی جھلک پیش کی جائے۔

دسمبر **1948**ء میں نسل کشی کے انسداد اور اس پر سزا دینے کیلئے ایک قرارداد پاس کی گئی جس کا نفاذ **12** جنوری **1951**ء کو عمل میں آیا۔ اس میں نسل کشی کی تعریف کرتے ہوئے کہا گیا کہ حسب ذیل افعال میں سے کوئی فعل اس غرض سے کرنا کہ کسی قومی، نسلی یا اخلاقی گروہ یا اس کے ایک حصے کو فنا کر دیا جائے۔

1) ایسے کسی گروہ کے افراد کو قتل کرنا۔
2) ان کو شدید نوعیت کا جسمانی یا ذہنی ضرر پہنچانا۔
3) اس گروہ پر بِالْاِرَادَہ زندگی کے ایسے احوال کو مسلط کرنا جو اس کی جسمانی بقاء کیلئے کُلًّا یا جزْءاً تباہ کن ہو۔
4) اس گروہ میں سلسلہ تولید کو روکنے کیلئے جبری اقدامات کرنا۔
5) جبری طور پر اس گروہ کی اولادوں کو کسی دوسرے کی طرف منتقل کرنا۔

10 دسمبر **1948**ء کو جو "عالمی منشور حقوق انسانی" پاس کیا گیا اس کے دیباچے میں منجملہ دوسرے عزائم کے یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ "بنیادی انسانی حقوق میں فرد انسانی کی عزت و اہمیت میں مردوں اور عورتوں کے مساویانہ حقوق کے بارے میں اعتقاد کو مستحکم کیا جائے گا۔ نیز اس میں اقوام متحدہ کے مقاصد میں سے ایک یہ بھی بیان کیا گیا تھا کہ "انسانی حقوق کا احترام کرنے اور نسل و صنف یا

زبان ومذہب کا امتیاز کئے بغیر تمام انسانوں کو بنیادی آزادیاں دلوانے کے کام میں بین الاقوامی تعاون کا حصول"۔

اسی طرح دفعہ 55 میں اقوام متحدہ کا یہ منشور کہتا ہے۔

"مجلس اقوام متحدہ انسانی حقوق اور سب کیلئے اساسی آزادیوں کے عالمگیر احترام اور ان کی نگہداشت میں اضافہ کرے گی"۔

اس پورے منشور کے کسی جزو سے کوئی اختلاف کسی بھی قوم کے نمائندوں نے نہیں کیا۔ اختلاف نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ صرف عام اصولوں کا اعلان واظہار تھا کسی نوعیت کی پابندی کسی پر بھی عائد نہ ہوتی تھی۔ یہ کوئی ایسا معاہدہ نہیں جس کی بناء پر دستخط کرنے والی تمام حکومتیں اس کی پابندی پر مجبور ہوں اور بین الاقوامی قانون کے مطابق ان پر اس کا نفاذ لازم آتا ہو۔ اس میں واضح طور پر یہ بتا دیا گیا ہے کہ یہ ایک معیار ہے جس تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ بایں ہمہ بعض ملکوں نے اس کے حق میں یا اس کے خلاف ووٹ دینے سے اجتناب کیا، حالانکہ اس منشور کا خوشدلی کے ساتھ خیر مقدم کرنا چاہئے تھا۔ اگر ہم جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس منشور کے عین سائے میں دنیا کے اندر جگہ جگہ انسانیت کے بالکل ابتدائی حقوق کا قتل عام ہو رہا ہے بلکہ خود ان مہذب ترین اور سرکردہ ممالک میں بھی ہو رہا ہے جو اسے پاس کرنے والے تھے۔

اس مختصر بیان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اول تو مغربی دنیا میں انسانی حقوق کا تصور ہی دو تین صدیوں سے پہلے اپنی کوئی تاریخ نہیں رکھتا۔ دوسرے اگر آج ان حقوق کا ذکر کیا بھی جا رہا ہے تو ان کے پیچھے کوئی سند نہیں ہے بلکہ یہ صرف خوشنما خواہشات ہیں۔ اس کے مقابلہ میں اسلام نے حقوق انسانی کا جو منشور قرآن اور تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں دیا ہے، وہ قدیم تر بھی ہے اور ملت اسلامیہ کے لئے اعتقاد، اخلاق اور مذہب کی حیثیت سے واجب الاتباع بھی۔ پھر ان حقوق کو عملاً قائم کرنے کی بے مثل نظیریں بھی حضور پاک ؐ اور خلفائے راشدین نے چھوڑی ہیں۔

اب میں انسانی حقوق کا تذکرہ قران اور تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں کرتا ہوں جو اسلام نے انسان کو دیئے ہیں۔

والدین اور رشتہ داروں کے حقوق:-

جب ہم انسانی حقوق اور تعلیمات نبوی ﷺ پر بات کرتے ہیں تو انسانی حقوق میں سب سے پہلے والدین کے حقوق آتے ہیں۔

والدین اور رشتہ داروں کے حقوق کے بارے میں قرآنی احکام اور تعلیمات نبوی ﷺ میں بڑی وعید آئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قل ما انفقتم من خير فللوالدين و الاقربين و اليتمىٰ و المساكين و ابن السبيل. (کہہ دو جو بھی خرچ کرو بھلائی سے والدین کے لئے اور رشتہ داروں کیلئے اور یتیمی کیلئے اور مساکین کیلئے اور راہ کے مسافر کیلئے)۔

اس آیت میں درجہ بدرجہ حقوق گنوائے گئے ہیں اور اس میں والدین کا ذکر سب سے پہلے آتا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ووصينا الانسان بوالديه حسنا حملته امه وهنا علىٰ وهن و فصاله فى عامين أن اشكر لى و لوالديك.

"ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی ہے اس کی ماں نے تکلیفیں برداشت کر کے اسے اپنے پیٹ میں رکھا۔ پھر دو سال اس کے دودھ چھوٹنے میں لگے"۔

یہ قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے اور رسول کریم ﷺ نے بھی شرک اور عقوق الوالدین کو کبیرہ گناہ بتایا ہے۔

امام احمدؒ نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے دس (10) چیزوں کی تاکید فرمائی جن میں سے دو چیزیں یہ ہیں۔
''اللہ کے ساتھ ہرگز کسی کو شریک نہ کرو، خواہ تم قتل کر دیئے جاؤ یا زندہ آگ میں جھونک دیئے جاؤ اور والدین کی ہرگز نافرمانی نہ کرو، خواہ وہ تمہیں حکم دیں کہ اپنے اہل وعیال اور مال سے الگ ہو جاؤ''۔

صحیحین میں ایک مشہور حدیث جو حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی گئی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ''تمہاری والدہ'' اس نے پوچھا ''اس کے بعد'' آپ ﷺ نے فرمایا ''تمہاری والدہ'' اس نے پھر کہا ''اس کے بعد'' آپ ﷺ نے فرمایا ''تمہاری والدہ'' چوتھی مرتبہ اس نے پھر یہی سوال کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا ''تمہارے والد'' اور اس کے بعد تمہارے خاندان کے درجہ بدرجہ لوگ۔

امام بیہقیؒ نے معاویہ بن جاہمہ کی روایت سے یہ ارشاد نبوت نقل کیا ہے۔

ان الجنة تحت اقدام الامهات (جنت (تمہاری) ماؤں کے قدموں کے نیچے ہیں)۔

والدین کی فرمانبرداری اور ان کی رضا جوئی ضروری ہے۔ ہاں البتہ اگر وہ گناہ کرنے یا فرائض کے ترک کا حکم دیں تو ان کی بات نہیں ماننی چاہیئے۔

ترمذی نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ ''خدا کی خوشنودی باپ کی خوشنودی میں اور خدا کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے''۔

والدین کے حقوق میں سے ایک اور حق یہ ہے کہ ان کی اولاد یعنی اپنے بہن بھائیوں سے صلہ رحمی کی جائے۔ اس کے علاوہ یتامی، مساکین اور مسافروں کا بھی خیال رکھا جائے جس کا مطلب یہ ہے کہ رشتہ کے لحاظ سے جو جتنا قریب ہے اتنا ہی اس کا حق دوسروں پر فائق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ'' (صاحب قرابت کو اس کا حق دو)۔

اسی لئے ہر مسلمان پر اپنے ان ذی رحم محرم رشتہ داروں کا نفقہ واجب ہے جو مسلمان ہوں اور خود اپنی روزی کمانے سے معذور ہوں۔
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ **و علی الوارث مثل ذالک**، یعنی متوفی کے وارث پر اسی طرح اس کی اولاد کا نفقہ واجب ہے جس طرح خود متوفی پر یہ خرچہ واجب تھا۔

والدین سے ملتا جلتا رضاعی ماں کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نسب سے جو کچھ حرام کیا ہے رضاع سے بھی اسے حرام قرار دیا ہے۔ چنانچہ دو رضاعی بہنوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنا اسی طرح حرام ہے۔ ابو الطفیلؓ نے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی رضاعی ماں کیلئے بنفس نفیس چادر بچھائی اور اسے اس پر بٹھایا۔

والدین اور رشتہ داروں کے حقوق بڑے تفصیل طلب ہیں۔ مختصراً اس پر اکتفا کرتے ہوئے آگے چلوں گا۔

حرمت جان یا جینے کا حق:-

دنیا میں انسانی تاریخ کا اولین سانحہ ایک انسان کا دوسرے انسان کی جان لینے کا تھا جس کا قرآن مجید میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس وقت پہلی مرتبہ

یہ ضرورت پیش آئی کہ انسان کو انسانی جان کا احترام سکھایا جائے اور اسے بتایا جائے کہ ہر انسان جینے کا حق رکھتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جھنم خالدا فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعدلہ عذابا عظیما (۵:۹۳) ''وہ شخص جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیگا۔ اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اللہ نے اس کیلئے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے''۔ قرآن مجید میں بھوک اور افلاس کے خوف سے اولاد کو قتل کرنے کی بھی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔
(اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے)۔ (الانعام:۱۵۲)
خطبہ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوگو! تمہارے خون و مال اور عزتیں ایک دوسرے پر قطعاً حرام کردی گئی ہیں۔ ہمیشہ کے لئے ان چیزوں کی حرمت ایسے ہی ہے۔ جیسی آج تمہارے اس دن کی اور اس ماہ مبارک کی حرمت اس شہر (مکہ) میں ہے خبر دار ایسا نہ ہو کہ تم میرے بعد ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو اور کفار کے زمرے میں شامل ہو جاؤ''۔
بعد ازاں آپ ﷺ نے اپنی اس نصیحت پر عمل کی اولین مثال پیش کرتے ہوئے فرمایا ''زمانہ جاہلیت کے سارے خون اب کالعدم ہیں پہلا انتقام جسے میں کالعدم قرار دیتا ہوں میرے اپنے خاندان کا ہے۔ ربیعہ بن الحارث کے دودھ پیتے بیٹے کا خون جسے بنی ہذیل نے مار ڈالا تھا اب میں معاف کرتا ہوں، اس واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد قرآن مجید فرماتا ہے۔
من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا . ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا.
(جس نے کسی متنفس کو بغیر اس کے کہ اس نے قتل نفس کا ارتکاب کیا ہو یا زمین میں فساد انگیزی کی ہو، قتل کر دیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کیا اور جس نے اسے زندہ رکھا تو اس نے گویا تمام انسانوں کو زندہ رکھا)۔
اس آیت میں قرآن کریم نے ایک انسان کے قتل کو پوری انسانی دنیا کا قتل قرار دیا ہے۔ اور اس کے مقابلے میں ایک انسان کی جان بچانے کو پوری انسانیت کی جان بچانے کے مترادف ٹھہرایا ہے ''جس نے کسی کی جان بچانے کی کوشش کی اس نے گویا اتنی بڑی نیکی کی کہ اسے ساری انسانیت کے زندہ کرنے کے برابر ٹھہرایا گیا ہے۔ اس اصول سے صرف دو (2) حالتیں مستثنیٰ ہیں۔
ایک یہ کہ کوئی شخص قتل کا مرتکب ہو اور اسے قصاص کے طور پر قتل کیا جائے دوسری یہ کہ کوئی شخص زمین میں فساد برپا کرے اور انسانی سکون کو تہہ و بالا کردے تو اس قتل کیا جائے۔ ان دو حالتوں کے ماسوا انسانی جان کو ضائع نہیں کیا جاسکتا۔
انسانی جان کے تحفظ کا یہ احوال اللہ تعالیٰ نے تاریخ انسانی کے ابتدائی دور میں واضح کر دیا تھا، تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں بھی انسانی حقوق کا تحفظ کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔
حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں ایک شخص کی لاش ملی مگر اس کے قاتل کا پتہ نہ چلا، آنحضرت ﷺ نے سخت ناراضگی کے عالم میں خطبہ دیا اور فرمایا ''اے لوگو! کیا بات ہے؟ میرے ہوتے ہوئے آدمی قتل کیا جاتا ہے اور اس کے قاتل کا پتہ نہیں چلتا، ایک آدمی کے قتل پر اگر آسمان و زمین کی تمام مخلوق بھی متفق ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان سب کو سزا دیئے بغیر نہیں چھوڑے گا۔

ایک غزوہ میں ایک عورت ہلاک ہوگئی۔ آپ ﷺ نے اس کی لاش دیکھ کر کہا ''اوہ یہ تم نے کیا کر ڈالا'' یہ تو جنگ کرنے والوں میں شامل نہ تھی۔ جاؤ خالد سے کہہ دو کہ ذریت (عورتوں اور بچوں) اور معذوروں کو قتل نہ کرو۔

قران ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شروع سے انسان کو صحیح زندگی بسر کرنے کی رہنمائی کی ہے اور اسی رہنمائی میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ اس نے انسان کو انسان کے حقوق سے آشنا کیا۔

معذوروں اور کمزوروں کا تحفظ:۔

نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے جو بات واضح ہے کہ عورت، بچے، بوڑھے، زخمی اور بیمار کے اوپر کسی حال میں بھی دست درازی جائز نہیں ہے، خواہ اپنی قوم سے تعلق رکھتے ہوں یا دشمن قوم سے۔ اِلّا یہ کہ جنگ کی صورت میں یہ افراد خود برسرپیکار ہوں ورنہ دوسری ہر صورت میں ان پر دست درازی کی مخالفت ہے۔ یہ اصول اپنی قوم کیلئے خاص نہیں ہے۔ بلکہ پوری انسانیت کے ساتھ یہی اصول برتا جائے گا۔

تحفظ ناموس خواتین:۔

خواتین کے تحفظ کے بارے میں اصولی حق جو ہمیں قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے اور تعلیمات نبوی ﷺ میں بھی اس کی تفصیلات موجود ہیں وہ یہ ہے کہ عورت کی عصمت ہر حال میں واجب الاحترام ہے یعنی جنگ کے اندر دشمنوں کی عورتوں سے بھی اگر سابقہ پیش آئے تو کسی مسلمان سپاہی کے لئے جائز نہیں کہ وہ ان پر ہاتھ ڈالے۔ قرآن مجید کی رو سے بدکاری مطلقاً حرام ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے **ولا تقربو ا الزنا** (اور تم زنا کے قریب تک نہ جاؤ) خواہ وہ کسی عورت سے کیا جائے قطع نظر اس کے کہ وہ عورت مسلمان ہو یا غیر مسلم، اپنی قوم کی ہو یا غیر قوم کی دوست ملک کی ہو یا دشمن ملک کی۔ عربوں میں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی قبیح رسم موجود تھی اس پر آخرت میں سخت باز پرس کی وعید کرتے ہوئے انتہائی غضبناک لہجہ میں فرمایا گیا۔ **و اذا الموؤدة سئلت ٥ بای ذنب قتلت** (۸۱:۸:۹) اور جب زندہ گھاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائیگا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی)۔

اقتصادی تحفظ:۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب معاشرے میں کسی فرد کے پاس کھانے کو روٹی نہ ہو اور تن ڈھانپنے کیلئے کپڑا نہ ہو تو وہ اس بات کی طرف توجہ نہیں دے سکتا کہ اس کی زندگی کا مقصد اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

کاد الفقر أن یکون کفرا (قریب ہے کہ مفلسی انسان کو کفر تک پہنچادے)

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **وفی اموالھم حق للسائل و المحروم** (اور ان کے مالوں پر سائلین اور محرومین کا حق ہے) ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ بھوکا آدمی ہر حالت میں اس بات کا مستحق ہے کہ اسے روٹی دی جائے ننگا ہر حالت میں اس بات کا مستحق ہے کہ اسے کپڑا دیا جائے زخمی اور بیمار ہر حالت میں اس بات کا مستحق ہے کہ اسے علاج کی سہولت فراہم کی جائے۔

اسلام میں انسان کے معاشی مسئلہ کی اہمیت اور اسے حل کرنے کیلئے مقتدر اعلیٰ کی جانب سے مسلمانوں کو دی گئی ہدایات کی نوعیت قران مجید میں تیس سے زائد مقامات پر اقامت صلوۃ کے ساتھ ایتائے زکوٰۃ کا ذکر ہے اور ستر سے زائد مقامات پر انفاق کا۔ بدقسمتی سے خود مسلمانوں نے نہ جانے کس بنا پر ارکان اسلام کے زیر عنوان قائم کردہ ترتیب میں زکوٰۃ کو پانچویں نمبر پر رکھا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ خود قرآن مجید نے کلمہ اور نماز کے بعد تیسرے درجے پر رکھا ہے اور اپنی اہمیت کے اعتبار سے روزہ و حج اس کے بعد آتے ہیں۔ سورۃ بقرہ میں یہ فرمایا کہ ”نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لئے یا مغرب کی طرف“۔

ارشاد ہوتا ہے: و اتی المال علی حبه ذوی القربیٰ و الیتمیٰ و المسٰکین و ابن السبیل و السائلین و فی الرقاب و اقام الصلوٰۃ و اتی الزکوٰۃ. ”(نیکی یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں پر مدد کیلئے ہاتھ پھیلانے والوں پر غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے“۔

قرآن مجید نے معاشرے کے معاشی تحفظ کی آخری کڑی بھی بیان کردی وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ (اور آپ ﷺ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں، کہہ دیجئے جو بھی بچ جائے خرچ کردو)۔ علامہ اقبالؒ نے اسی آیت کے بارے میں فرمایا تھا۔

جو حرف ہے پوشیدہ قل العفو میں اب تک
اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار

یعنی خاندان اور قریبی رشتہ داروں کی کفالت اور ادائیگی زکوٰۃ کے بعد بھی اہل ثروت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ناداروں اور حاجت مندوں کی مدد کے لئے صدقہ، خیرات کرتے رہیں حضور ﷺ کا ارشاد ہے ”تمہارے اموال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔

عادلانہ طرز معاملہ:-

قرآن کریم کا یہ اٹل اصول ہے کہ ہر انسان کے ساتھ عدل و انصاف کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (۵: ۸) (کسی گروہ کی دشمنی تمہیں اتنا مشتعل نہ کردے کہ انصاف سے پھر جاؤ، عدل کرو یہ خدا ترسی سے زیادہ قریب ہے)۔

اس آیت میں اسلام نے یہ اصول متعین کردیا ہے کہ مسلمان کے ہر فرد اور ہر قوم کے ساتھ عدل و انصاف برتیں اور دشمنوں کے ساتھ بھی اس اصول کو نظر انداز نہ کردیں۔ عدل و انصاف کو اسلام میں اس قدر بنیادی اہمیت حاصل ہے کہ علامہ ابن قیمؒ کے الفاظ میں ”عدل پر زمین و آسمان قائم ہیں“۔

خیر میں تعاون اور بدی میں عدم تعاون:-

اسلام نے انسانی حقوق کے سلسلے میں یہ اصول متعین کردیا ہے کہ نیکی اور حق رسانی کے معاملے میں ہر ایک کے ساتھ تعاون کیا جائے اور

برائی اور ظلم کے معاملہ میں کسی کے ساتھ تعاون نہ کیا جائے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

تعاونوا علی البر و التقویٰ و لا تعاونوا علی الاثم و العدوان (۵:۲) (جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور گناہ کے کام میں کسی کے ساتھ تعاون نہ کرو)۔

بِـرّ کے معنی صرف نیکی ہی نہیں بلکہ عربی زبان میں یہ لفظ ''حق رسانی'' کے لئے استعمال ہوتا ہے۔یعنی دوسروں کے حقوق دلوانے میں اور تقویٰ اور پرہیزگاری میں ہر ایک کی مدد کریں۔قرآن مجید کا یہ مستقل اور دائمی اصول ہے۔برائی خواہ بھائی کر رہا ہو تو بھی اس کے ساتھ تعاون نہ کریں اور نیکی اگر دشمن بھی کر رہا ہو تو اس کی جانب دست تعاون بڑھائیں۔

برابری کے حقوق:۔

اسلام نے دیگر حقوق کی طرح بنی نوع انسان کو مساوات کے حقوق سے بھی نوازا ہے وہ یہ کہ تمام انسان یکساں ہیں اگر کسی کو فضیلت حاصل ہے تو اخلاق کے اعتبار سے ہے اس معاملے میں قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

یَـاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (۴۹:۱۲) (اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں گروہوں اور قبیلوں میں اس لئے بانٹا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو بے شک تم میں سے معزز وہ ہے جو زیادہ متقی ہے)۔

اس میں پہلی بات یہ بتائی گئی کہ تمام انسان ایک ہی اصل سے ہیں۔یہ مختلف نسلیں مختلف رنگ،مختلف زبانیں دراصل انسانی دنیا کے لئے کوئی معقول وجہ تقسیم نہیں ہیں۔دوسری بات یہ بتائی کہ ہم نے قوموں کی تقسیم صرف تعارف کیلئے کی ہے دوسرے الفاظ میں ایک برادری، ایک قوم اور ایک قبیلہ کو دوسرے پر کوئی فضیلت و فخر نہیں ہے کہ وہ اپنے حقوق تو بڑھا چڑھا کر رکھے اور دوسرں کے کم۔اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی تفریقیں کی ہیں،شکلیں ایک دوسرے سے مختلف بنائی ہیں یا زبانیں ایک دوسرے سے الگ رکھیں ہیں تو یہ سب چیزیں فخر کیلئے نہیں ہیں بلکہ صرف اس لئے ہیں کہ باہم تمیز پیدا کرسکیں۔اگر تمام انسان یکساں ہوتے تو تمیز نہ کی جاسکتی۔اس لحاظ سے یہ تقسیم فطری ہے لیکن دوسروں کے حقوق مارنے اور بے جا امتیاز برتنے کیلئے نہیں ہے۔عزت و افتخار کی بنیاد اخلاقی حالت پر ہے۔تعلیمات نبوی ﷺ سے بھی ہمیں یہی سبق ملتا ہے۔اس بات کو نبی کریم ﷺ نے ایک دوسرے طریقے سے بیان فرمایا ہے۔آپ ﷺ نے فتح مکہ کے بعد جو تقریر ارشاد فرمائی اس میں فرمایا۔''کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں،اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر،نہ کسی گورے کو کالے پر،اور نہ کالے کو گورے پر،ماسوا تقویٰ کے اور نسبی بنیادوں پر کوئی فضیلت نہیں ہے''۔

معصیت سے اجتناب کا حق:۔

اسلام میں کسی شخص کو معصیت کا حکم نہیں دیا جاسکتا اور نہ کسی پر یہ واجب یا اس کے لئے جائز ہے کہ اس کو اگر معصیت کا حکم دیا جائے تو وہ

اطاعت کرے۔ قانون قرآنی کی رو سے اگر کوئی افسر اپنے ماتحت کو ناجائز کاروائیوں کا حکم دیتا ہے یا کسی پر بے جا دست درازی کا حکم دیتا ہے تو ماتحت کے لئے اس معاملہ میں اپنے افسر کی اطاعت جائز نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دو حدیثوں میں اس کا خلاصہ بیان کر دیا ہے۔ (1) خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں۔ آپ ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا (2) امراء کی اطاعت واجب ہے جب تک کہ خدا تعالی اور رسول کی نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے اور جب خدا تعالی اور رسول ﷺ کی نافرمانی کا حکم دیا جائے تو پھر نہ سننا چاہئے نہ ماننا چاہئے

ظالم کی اطاعت سے انکار کا حق:۔

اسلام کا اصول یہ بھی ہے کہ کسی ظالم کو شریعت نے اپنی اطاعت کروانے کا حق نہیں دیا ہے۔ ویسے بھی ظالم کی حکمرانی کو قانونی تائید حاصل نہیں ہے۔ قرآن کریم میں بتایا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو امام مقرر کیا اور فرمایا کہ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامً ''میں آپؑ کو لوگوں کے لئے خلیفہ بنانے والا ہوں'' تو حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ ''وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ'' (کیا میری اولاد سے بھی یہی وعدہ ہے؟) اللہ تعالیٰ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ لَایَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ ''میرا وعدہ ظالموں کے متعلق نہیں ہے'' عہد کا لفظ یہاں اسی معنی میں استعمال ہوا ہے جس معنی میں انگریزی زبان میں Letter of Appointment کا مفہوم ہے اردو میں اسے پروانہ امر کہتے ہیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف بتا دیا ہے کہ ظالموں کی طرف سے کوئی ایسا پروانہ امر حاصل نہیں کہ دوسرے سے اطاعت کا مطالبہ کریں، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَ لَا تُطِیْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِیْنَ (۲۶ : ۱۵۱) اور حدود سے نکل جانے والوں کی اطاعت نہ کرو۔

چنانچہ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ کوئی ظالم اس امر کا مستحق نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کا امام ہو۔ اگر ایسا شخص امام بن جائے تو اس کی اطاعت واجب نہیں ہے اسے صرف برداشت کیا جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''اس شخص کی اطاعت نہ کر جس کا دل ہمارے ذکر سے غافل ہے''۔

سیاسی کارفرمائی میں شرکت کا حق:۔

انسان کے بنیادی حقوق میں سے ایک بڑا حق اسلام نے یہ مقرر کیا ہے کہ معاشرے کے تمام افراد حکومت میں حصہ دار ہیں۔ تمام افراد کے مشورے سے حکومت قائم ہونی چاہیے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ (اللہ تعالیٰ ان کو یعنی اہل ایمان کو زمین میں خلافت دے گا)۔ یہاں جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے ارشاد ہوتا ہے کہ ہم بعض افراد کو نہیں بلکہ پوری قوم کو خلافت دیں گے۔ حکومت ایک فرد کی یا ایک خاندان کی یا ایک طبقے کی نہیں بلکہ پوری ملت کی ہوگی اور تمام افراد کے مشورے سے وجود میں آئے گی۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے، وَ اَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ یعنی یہ حکومت آپس کے مشورے سے چلے گی۔ اس معاملے میں تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں حضرت عمرؓ کے صاف الفاظ موجود ہیں کہ کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ مسلمانوں کے مشورے کے بغیر اُن پر حکومت کرے مسلمان راضی ہوں تو اُن پر حکومت کی جاسکتی ہے اور راضی نہ ہوں تو نہیں کی جاسکتی۔ اس حکم کی رو سے اسلام ایک جمہوری و شورائی حکومت کا اصول قائم کرتا ہے۔

مال کا تحفظ:-

قران سب کے مال کا تحفظ دیتا ہے اور یہ کسی کو حق نہیں دیتا کہ وہ کسی کا مال غلط طریقے سے کھائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **ولا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔** (تم باطل طریقے سے ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ)۔ اگر قرآن مجید و حدیث اور فقہ کا مطالعہ کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ دوسروں کے مال کھانے کے کون کون سے طریقے باطل ہیں۔ شریعت نے ان طریقوں کو مبہم نہیں رکھا ہے بلکہ کھول کر بتا دیا ہے کہ کن کن طریقوں سے دوسروں کے مال کما کر ذاتی املاک کو حاصل کرنا جائز ہے اور کن کن صورتوں میں ناجائز ہے اس کے بعد کسی شخص کو یا کسی حکومت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ طے شدہ قوانین توڑ کر اور ان متعین حدود کو جو خود اسلام نے قائم کر دی ہیں نظر انداز کر کے کسی کی ملکیت پر دست درازی کرے۔

عزت کا تحفظ:-

اسلام انسان کو اس کی عزت و آبرو کی حفاظت کا بھی حق دیتا ہے قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **لَا یَسۡخَرۡ قَوۡمٌ مِّنۡ قَوۡمٍ** ''تم میں سے کوئی گروہ کسی دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے''۔ جتنی شکلیں بھی انسان کی عزت و آبرو پر حملہ کرنے کی ہو سکتی ہیں ان سے منع کر دیا گیا ہے۔ وضاحت سے کہہ دیا گیا کہ انسان خواہ موجود بھی نہ ہو پھر بھی اس کا مذاق نہ اڑایا جائے اور نہ ہی بُرے القاب دیئے جائیں اور نہ ہی اس کی برائی بیان کی جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **وَلَا تَنَابَزُوۡا بِالۡاَلۡقَابِ** (اور تم ایک دوسرے کو بُرے القاب سے نہ پکارو)۔

مزید فرمایا گیا **وَلَا یَغۡتَبۡ بَّعۡضُکُمۡ بَعۡضًا** ''اور تم ایک دوسرے کی بُرائی پیٹھ پیچھے بیان نہ کرو''۔

ہر شخص کو یہ قانونی حق ہے کہ کوئی اس کی عزت پر نہ ہاتھ ڈالے اور نہ ہاتھ سے یا زبان سے اس پر کسی قسم کی زیادتی کرے۔

ظالم اور ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے کا حق:-

تعلیمات نبوی ﷺ بنی نوع انسان کے تمام حقوق کا تحفظ دلاتے ہیں۔ اسلام کے بنیادی حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آدمی ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا حق رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الۡجَھۡرَ بِالسُّوۡٓءِ مِنَ الۡقَوۡلِ اِلَّا مَنۡ ظُلِمَ** (اللہ تعالی یہ پسند نہیں کرتا ہے کہ کوئی آدمی بدگوئی پر زبان کھولے اِلّا یہ کہ کسی پر ظلم کیا گیا ہو) یعنی مظلوم کو یہ حق حاصل ہے کہ ظالم کے خلاف آواز اٹھائے۔

آزادی اظہار کا حق:-

آج کل کے زمانہ میں جسے آزادی اظہار **FREEDOM OF EXPRESSION** کہا جاتا ہے قران مجید اس اصطلاح کو ایک اور زبان مین بیان کرتا ہے۔ (مگر دیکھئے مقابلتاً قرآن مجید کا کہنا بلند تصور کیا جاتا ہے) قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

وَأۡمُرۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَانۡهَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ ''اور بھلائیوں کا حکم دیجئے اور منکرات سے روکئے''۔

یہ انسان کا نہ صرف حق ہے بلکہ فرض بھی ہے کہ قرآن مجید کی رو سے اور تعلیمات نبویؐ کی ہدایات کے مطابق بھلائی کے لئے لوگوں سے

کہے اور برائی سے روکے اگر کوئی برائی ہو رہی ہو تو صرف یہی نہیں کہ بس اس کے خلاف آواز اٹھائے بلکہ اس کے انسداد کی عملی تدابیر بھی بروئے کار لائے اور اگر اس کے خلاف آواز نہیں اٹھائی جاتی اور اس کے انسداد کی فکر نہیں کی جاتی تو الٹا گناہ ہوگا۔ یعنی کسی قوم میں اگر یہ حالات پیدا ہو جائیں کہ برائی کے خلاف کوئی آواز اٹھانے والا نہ ہو تو آخر کار رفتہ رفتہ برائی پورے قوم میں پھیل جاتی ہے اور پھلوں کے سڑے ہوئے ٹوکرے کی مانند ہو جاتی ہیں جس کو اٹھا کر پھینک دیا جاتا ہے اور اس قوم کو عذاب الہیٰ کے مستحق ہونے میں کوئی کسر باقی نہیں رہتی۔

حق اجرت و معاوضہ:-

مزدوروں، کسانوں اور دوسرے محنت کشوں کو یہ حق حاصل ہوگا کہ ان سے کوئی بیگار نہ لی جائے۔ ان کی محنت کا معقول معاوضہ دیا جائے۔ ان کی مالی یا جسمانی نقصان کی تلافی کی جائے ان پر برداشت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی قرآن مجید نے حق الخدمت وصول کرنے والے پر یہ فرض عائد کیا ہے کہ وہ اپنے طے شدہ مزدوری کے بدلے بہترین خدمت انجام دے۔ اپنی پوری توانائی تفویض شدہ کام میں صرف کرے جو سامان اس کی تحویل میں دیا جائے اسے امانت سمجھ کر استعمال کرے اور اسے خرد برد، چوری، ناجائز استعمال یا کسی اور شکل میں ضائع نہ کرے۔ ایک اچھے ملازم کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔

''بہترین آدمی جسے آپ ملازم رکھیں وہی ہو سکتا ہے جو مضبوط اور امانت دار ہو''۔

حضرت شعیبؑ نے حضرت موسیٰؑ کو شرائط ملازمت بیان کرنے کے بعد ایک مالک کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں سے متعلق یہ یقین دہانی کی۔ وَمَا اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِىْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (میں تم پر سختی نہیں کرنا چاہتا تم انشاءاللہ مجھے کھرا اور نیک آدمی پاؤ گے)۔

تعلیمات نبوی ﷺ نے محنت کشوں کے جو حقوق متعین کئے ہیں ان میں سب سے پہلا حق یہ ہے کہ انہیں نہ صرف پوری مزدوری دی جائے بلکہ اس کی ادائیگی میں غیر معمولی عجلت بھی برتی جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کی جائے''۔

اقلیتوں کے حقوق:-

تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں جہاں مسلمانوں کو بہت سے حقوق حاصل ہیں وہاں سیاسی حقوق کے معاملہ میں مسلم اور غیر مسلم کے درمیان امتیاز قائم کیا جائیگا۔ اس سلسلے میں ایک بنیادی بات پیش نظر رہے، کہ اہل ایمان کے علاوہ کسی دوسرے سے دلی دوستی سے باز رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔ **لا يتخذ المؤمنون الكفرون اولياء من دون المؤمنين ومن يفعل ذٰلك فليس من الله فى شىء** ''اور مومنین کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں سوائے مومنین کے اور جو ایسا کریگا تو بے شک اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا''۔

دلی دوستی سے مسلمانوں کے راز افشا ہونے کا خطرہ ہے جس سے ملت اسلامیہ کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے غیر مسلم چونکہ قرآن وسنت پر ایمان نہ رکھنے کی بنا پر ان اصولوں سے وفاداری کی بنیادی شرط پوری نہیں کرتے جن پر ریاست کا پورا نظام حکومت قائم ہے گویا ذمیوں یا غیر مسلموں کے حقوق بھی غیر منفک ہیں مسلمانوں کو ان میں ترمیم و تنسیخ کا کوئی اختیار نہیں۔

گذشتہ اوراق میں شریعت اسلامیہ کے پہلے بنیادی ماخذ قرآن حکیم اور شریعت اسلامیہ کے دوسرے بنیادی ماخذ احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں انسانی بنیادی حقوق کا مختصر مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

قرآن مجید واحادیث سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ اسلام جو کہ دین فطرت ہے وہ انسانی بنیادی حقوق کو کتنی اہمیت دیتا ہے میں سمجھتا ہوں ڈھنڈورہ پیٹنے والوں کو قرآن مجید وحدیث سے روشنی حاصل کر کے فائدہ حاصل کرنا چاہئے۔

و ما علینا الا البلاغ المبین

مصادر ومراجع

1) القرآن الحکیم
2) صحیح البخاری
3) صحیح المسلم
4) کتاب الخراج. ابو یوسف
5) مسند احمد بن حنبلؒ
6) عالمی منشور۔حقوق انسانی 10 دسمبر 1948
7) کلام اقبالؒ
8) اقوام متحدہ کا منشور۔دفعہ 55
9) انگلستان کا منشور (MAGNA CHARTA)

البحوث الإسلامية عربی کا إجراء

تشنگانِ علم وتحقیق اور عربی زبان کا ذوق رکھنے والوں کے لئے عظیم خوشخبری

☆...... المباحث کے قارئین کے لئے ایک اور گراں قدر علمی تحفہ عربی مجلّہ " البحوث الاسلامیہ " پیش خدمت ہے، جو یقیناً علمی ذوق رکھنے والوں کو اچھا خاصا مواد فراہم کرے گا۔ قارئین سے عمدہ مضامین کی فراہمی اور اشتہارات کی اشاعت میں تعاون درکار ہے۔

برائے رابطہ: دفتر جامعۃ المرکز الاسلامی بنوں پاکستان فون نمبر: 310353 فیکس: 310355(0928)